اصلاح معاشرہ اور بحالیٔ امن میں احتساب کا کردار

The Role of Accountability in Reformation of Society and Promotion of Peace

ڈاکٹر محمد اکرام اللہ*

Abstract

Effective system of accountability plays a vital role in ensuring the rule of law and eradication of corruption in every society. The non-compliance of accountability results in manifold issues which hinders the growth of society in all spheres. The instances of such issues are obvious in our society which can only be resolved with the help of an effective and comprehensive system of accountability. The accountability system set up by the Prophet Muhammad (PBUH) encompasses all social, economic, moral, religious and worldly matters. Through this system he rectified everything that could possibly lead to any mishap and disturbance in the society. It is the man himself who is responsible for making or marring a society. That is why Islamic law emphasized a lot on moral and social values, social harmony, and discouraged immoral and dishonorable acts. The presnt article discusses the role of Accountability in reformation of the society from Islamic perspective.

Keywords: *al-Ḥisbah*, Importance of accountability, Fruits of accountability

احتساب کی لغوی تحقیق:

احتساب باب افتعال کا مصدر ہے جس کا مادہ (ح س ب) ہے۔ لغت عربی میں یہ لفظ (الحسبة) کے نام سے مستعمل رہا ہے۔ علامہ ابن الاثیرؒ فرماتے ہیں:

''الحسبة اسم من الاحتساب کالعدة من الاعتداد''[1]

''حسبہ احتساب کا نام ہے جیسے عدۃ اعتداد کا نام ہے''

اہل لغت کے نزدیک لفظ (الحسبة) اپنے اندر متعدد معانی سموئے ہوئے ہے: طلب اجر، ظنّ، گنتی، شرافت و بزرگی، اکتفاء، انکار، آزمائش، تنگی وغیرہ[2]۔ البتہ اہل لغت اس میں حسن تدبیر یا کسی کام کو احسن طریقے سے انجام دینے کا مفہوم شامل سمجھتے ہیں۔ مثلاً قاموس المحیط میں الحسبۃ کا مطلب یوں بیان کیا گیا ہے:

''الحسبة اسم من الاحتساب وهو حسُن الحسبة حسن التدبير''[3]

''(الحسبة) احتساب کو کہتے ہیں ہے، جیسے کہا جاتا ہے: (هو حسن الحسبة) یعنی وہ اچھی تدبیر کرنے والا ہے''

فقہی اصطلاح میں الحسبہ کا مفہوم:

اسلامی تناظر میں (الحسبة) کا حقیقی مفہوم امر بالمعروف اور نہی المنکر میں مضمر ہے۔ قاضی ابوالحسن علی الماوردیؒ (م ۴۵۰ھ) اور ان کے ہم عصر ممتاز فقیہ قاضی ابویعلی الفراءؒ (م ۴۵۸ھ) نے (الحسبة) کی تعریف اس طرح کی ہے:

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و دینیہ، جامعہ ہری پور، خیبر پختونخوا۔

''الحسبة: هي أمر بالمعروف اذا ظهر تركه، ونهي عن المنكر اذا ظهر فعله''[4]

''حسبہ سے مراد ایسی اچھائی کا حکم دینا جسے چھوڑ دیا گیا ہو، اور ایسی برائی سے روکنا، جس کے لوگ مرتکب ہو رہے ہوں''

ابن خلدون(۸۰۸ھ) نے الحسبہ کو مذہبی منصب قرار دیا ہے:

''هي وظيفة دينية من باب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر''[5]

''یہ ایک دینی منصب ہے جس کا تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے''

اس لیے حکومت کی طرف سے معاشرے اور افراد کی دینی و اخلاقی اقدار کی نگرانی کرنے والا ادارہ بھی الحسبہ کہلاتا ہے:

''هي رقابة إدارية تقوم بها الدولة عن طريق الموظّفين الخاصّين على نشاط الأفراد فى مجال الأخلاق والدين والاقتصاد، أو فى المجال الاجتماعية بوجهٍ عام، تحقيقاً للعدل والفضيلة، وقفاً للمبادي المقرّرة فى الشرع الأسلامي، وللأعراف المألوفة في كل بيئة وزمن''[6]

''یہ حکومت کا قائم کردہ نگرانی کرنے والا ادارہ ہے جس کے مخصوص ملازمین ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد اخلاق، مذہب اور اقتصادیات کے دائرے میں افراد کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا ہے یعنی ان کی عام اجتماعی سرگرمیوں کی نگہداشت ہو تاکہ عدل و انصاف اور اقتدار اعلیٰ کو بروئے عمل لایا جاسکے اور اس معاملے میں شریعت اسلامی اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں جو معروف اور پسندیدہ طریقے مروج ہیں، ان کی روشنی میں اس اہم کام کو سرانجام دیا جاسکے''

سوشیالوجی میں احتساب کی تعریف:

سوشیالوجی میں لفظ احتساب سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جن کے ذریعے افراد اور معاشرہ کے تمام انحرافی رویوں(Deviant behavious) کو روک تھام کی جا سکے، جو معاشرہ کی قدروں(Values)، نارمز(Norms)، مورز (mores Folkways)، اور قوانین(Laws) وغیرہ سے متصادم ہو[7]۔

لنڈس(Landis) سوشل کنٹرول کی تعریف یوں کی ہے:

''A process by which individual is made group responsive, and by which social organization is built and mainainted''[8]

انگریزی زبان میں احتساب کا متبادل(Accountibility) کا لفظ ہے جو جوابدہی(Responsibility)، وضاحت (Explanation)، حساب دینا، قدر معلوم کرنا یا فیصلہ کرنا(Evaluation)، چھان بین(Seruitinty)، تعزیری کاروائی(Punitiveexercise)، کنٹرول(Control) وغیرہ مفاہیم میں استعمال ہوتا ہے[9]۔

تمہید:

نوع انسانیت کے ابتداءہی سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو خوشگوار اور پرسکون زندگی گزارنے کے رموز سکھائے۔ انبیاء کرامؑ کی وساطت سے وقت کے تقاضوں کے مطابق انسان کی فلاح و بہبود کے لئے احکام نازل فرماتا رہا، یہ ضابطہ حیات انسان کی فلاح و بہبود، سماجی و معاشرتی زندگی کو کامیاب بنانے اور پرامن رکھنے کی ہدایات دیتا ہے۔

دنیا میں پائے جانے والے تمام ادیان و مذاہب، اخلاقی اور معاشرتی نظام، انسانی اصلاح، بھلائی اور بہتری کے لئے قائم ہیں۔ وہ معاشرے میں خیر اور بھلائی کا فروغ اور بدی کی قوتوں کو مٹادینا چاہتے ہیں۔ بانیان مذاہب اور داعیان اخلاقیات اس رائے سے متفق ہیں کہ انسانی طبائع کے اختلاف، ان کے لئے مادی اور مالی کشش میں تفاوت نیز نیکی اور بھلائی کی جانب رغبت میں کمی بیشی کی وجہ سے معاشروں میں برائی کا وجود بالکل ختم نہیں کیا جاسکتا تاہم مثالی معاشرہ وہی ہوگا جس میں فواحش و منکرات کم سے کم ہوں، عمدہ اخلاقی قدریں عام ہوں، کوئی انسان اگر برائی ترک کرنا چاہئے تو اس کے سامنے کسی موانع کی حوصلہ افزائی نہ ہو بلکہ معاشرہ اسے خیر کی طرف راغب کرے اور عمدہ فرد کے طور پر اس کا احترام کرے۔

احتساب کی ضرورت سے کوئی بھی متمدن معاشرہ انکار نہیں کرسکتا۔ اس کی ضرورت و اہمیت ہمیشہ مسلم رہی ہے۔ چنانچہ احتساب ایک سنہری زنجیر ہے، جس میں تمدن، اخلاق، مذہب اور معاشرت کی تمام جزئیات جڑی ہوتی ہیں، اگر اس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے تو دفعتاً نظام عالم کی ایک ایک کڑی درہم برہم ہو جائے۔

اسی غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکھا، خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسوم و رواج اختیار کئے، سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت ہر قسم کی مادی، اخلاقی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ حکماء نے فلسفہ اخلاق ایجاد کیا جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمعیتِ بشری کو مجبور کرتا ہے[10]۔

اصلاحِ معاشرہ میں احتساب کا کردار:

معاشرے کو اعتدال پر رکھنے اور اسے جرائم پسندی، بے راہ روی اور بدعنوانی سے روکنے کے لئے مسلسل احتسابی عمل کی ضرورت ہوتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی برائیاں اگر ابتداء سے نہ روکی جائیں تو ایک بڑی برائی اور فساد کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتی ہے۔ اسی لئے ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترویج کے لئے ہر شہر میں محتسب کا تقرر ہونا چاہئے۔ سربراہِ مملکت اور اس کے عہدہ دار اس کی تائید و حمایت کریں۔ کیونکہ اگر وہ اس کی مدد سے ہاتھ اٹھائیں تو غریب نادار لوگ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔ بیوپاری بھی خرید و فروخت میں من مانیاں کریں گے، منڈی کے آڑھتی (فضلہ خور) مسلط ہو جائیں گے، رشوت عام ہو جائے گی اور شریعت (قانون) کا وقار جاتا رہے گا[11]۔

اگر سماج میں احتسابی عمل مفقود ہو تو معاشرے میں کثیر الجہتی مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں، بدکاری علی الاعلان ہونے لگتی ہے اور وفاقی شریعت کو ٹھیس لگتی ہے[12]۔ جب کہ احتساب کے نتیجے میں معاشرے پر خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں چنانچہ ماضی میں "احتساب کی وجہ سے خاص و عام سبھی خائف رہتے تھے۔ نتیجتاً جملہ امور منصفانہ طور طے پاتے تھے اور قواعد اسلام محکم و محترم رہتے تھے"[13]۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی بھی معاشرہ میں احتساب کا ایک مؤثر نظام ہی قانون کا احترام پیدا کرتا ہے اور بدعنوانیوں کا راستہ روکتا ہے قانون پر سختی سے عملدرآمد اور قانون کے احترام کے بغیر کوئی بھی معاشرہ اپنے افراد کے جان ومال کا نہ تحفظ کر سکتا ہے اور نہ ہی بدعنوانیوں اور برائیوں کا راستہ روک سکتا ہے۔ جب بھی احتساب کی گرفت ڈھیلی پڑتی ہے معاشرہ بدنظمی اور انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ ایسے معاشرے میں بدعنوانیوں کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ شہریوں کی جان ومال اور عزت محفوظ نہیں رہتی، اس صورت میں ایک مہذب معاشرہ کا تصور بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب اور نظام نے معاشرہ میں ایک موثر نظام احتساب پر زور دیا ہے۔ اس کے بغیر کسی ریاست کا وجود قائم ہی نہیں رہ سکتا۔

قیام امن میں احتساب کا کردار:

قیام امن واستحکام اور انسداد مظالم کے لئے نفس قانون کافی نہیں ہے تاوقتیکہ انسانوں کے دل ودماغ میں خوف مسوئیت اور خشیتِ الٰہی موجود نہ ہو۔ کسی مملکت کا قانون وآئین کیسا ہی مرتب اور منظم ہو لیکن اگر معاشرے میں احتساب کا نظام موجود نہ ہو، حکام کی نگرانی، ان کی غلط باتوں پر تنقید، نکتہ چینی اور گرفت کا اہتمام نہ ہو، عوام کے اخلاق وکردار کا محاسبہ نہ ہوتا ہو، فواحش ومنکرات پر داروگیری نہ ہو، تو ایسے معاشرے میں بدانتظامی، بدامنی، قواعد وضوابط کی خلاف ورزی، ناروا کاروائی، حق تلفی، ناانصافی، اقرباء پروری، دوست نوازی، رشوت ستانی اور دیگر مالی، قانونی اور انتظامی بدعنوانیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

سیرتِ طیبہ میں معاشرتی احتساب کی اہمیت:

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے قائم کردہ نظام احتساب کا دائرہ کار ہر قسم کے معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور دینی ودنیوی معاملات تک پھیلا ہوا تھا۔ معاشرے میں آپ ﷺ کو جہاں بھی کوئی خرابی، کوئی بگاڑ کسی قسم کے فتنے کا باعث بننے والا کوئی معاملہ نظر آیا تو فوری طور پر اس کی اصلاح فرمائی۔

ایک صحابیؓ نے آپ ﷺ کو دروازے کی جھری سے جھانکا تو اسے تہدید کے طور پر فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو دیکھ رہا ہے تو تیری آنکھوں میں کنگا چبھو دیتا[14]۔ راہ چلتے دو صحابہؓ مل گئے تو آپ ﷺ نے روک کر بتادیا کہ میرے ساتھ صفیہ بنت حییؓ میری بیوی ہیں[15]۔ تاکہ صحابہ بدگمانی کا شکار نہ ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"لينصر الرجل أخاه ظالما أو مظلوما، إن كان ظالما فلينهه، فإنه له نصر وإن كان مظلوما فلينصره"[16]

"انسان کو اپنے بھائی کی مدد کرنی چاہئے، ظالم ہو یا مظلوم، اگر ظالم ہو تو اس کو ظلم سے روکے، یہی اس کی مدد ہے، اور اگر مظلوم ہے تو اس کی مدد کرے"

یعنی مظلوم کو ظلم سے بچاؤ اور ظالم کو ظلم نہ کرنے دو ورنہ معاشرہ میں ظلم وجور پھیل جائے گا۔

لوگوں کو فتنے سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا: ایک وقت آئے گا جب سونے والا جاگنے والے سے، کھڑا رہنے والا کوشش کرنے والے سے بہتر ہوگا۔ لہٰذا جو پناہ کی جگہ پائے، محفوظ ہو جائے[17]۔ اس حدیث میں فتنوں، فساد کا حصہ بننے سے روکا گیا ہے یہ وہ زمانہ ہوگا جب:

''لا يدري القاتل في أي شي قَتل ولا يدرى المقتول على أي شيئ قتُل''[18]

'' قاتل نہیں جانتا ہو گا کہ میں نے کیوں قتل کیا اور مقتول نہیں جانتا ہو گا کہ مجھے کیوں قتل کیا گیا''

معاشرے میں اچھے برے لوگ ہوتے ہیں اگر پڑوسی برائی کرے تو اس کے احتساب کا طریق بھی بتا دیا کہ اپنے گھر کا سامان باہر رکھ کر بیٹھ جاو۔ اس صحابیؓ نے اس طرح کیا اور جو گزرتے ہوئے پوچھتا وہ بتا دیتا، آخر لوگوں نے اسے لعنت ملامت کی تو تنگ کرنے والے پڑوسی نے خود آکر معافی تلافی کی اس کا سامان گھر میں اٹھا کر رکھ دیا اور آئندہ زیادتی نہ کرنے کا وعدہ کیا[19]۔

آپ ﷺ کے سامنے حضرت حسانؓ نے اعشیٰ کا قصیدہ سنایا جس میں علقمہ کی ہجو تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: آئندہ اس قسم کا شعر مجھے نہ سنانا[20]۔ اسی طرح آپ ﷺ نے برائی سننے سنانے پر احتساب کرتے ہوئے اصلاح فرمائی۔ معاشرہ میں مل جل کر نہ رہنے والوں کا احتساب کرتے ہوئے فرمایا: لايدخل الجنة قاطع رحم[21]۔ رشتہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔ افواہیں پھیلانے اور جھوٹ گھڑنے والے کو قیامت میں عذاب ہو گا[22]۔ ایسے لوگوں کا احتساب کر کے معاشرے میں فساد کا دروازہ بند کر دیا ہے۔ معاشرتی مسائل میں احتساب کا طریقہ ہر شخص کو سکھاتے ہوئے فرمایا: اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو مال و دولت، حسن و صورت میں تم سے بہتر ہو (اور تمہیں حسد ہونے لگیں) تو تمہیں چاہئے کہ ان بندوں پر نگاہ کرو جو اس حیثیت میں تم سے کم تر ہو[23]۔ تو حسد کی جگہ تشکر پیدا ہو گا۔

معاشرے کے وہ افراد جو دینی امور کی ادائیگی میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً جیسے حکم ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دو، مگر وہ ایک ساتھ تین طلاقیں دیں دیتے ہیں۔ محمد بن لبید سے روایت ہے کہ ایسا کرنے پر آپ ﷺ نے سخت احتساب کرتے ہوئے فرمایا: میں ابھی تمہارے درمیان زندہ ہوں اور کتاب اللہ کے ساتھ مزاق کیا جارہا ہے[24]۔

اسلام کا تصورِ احتساب سنن ابن ماجہ کی اس روایت سے بالکل واضح ہے، فرمایا: لاضرر ولا ضرار (نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ اٹھاؤ)[25]۔ کیونکہ قانونِ فطرت ہے کہ جو لوگوں پر سختی کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ سختی کرے گا۔

خود احتسابی معاشرے کی اصلاح کا ضامن:

معاشرہ اگرچہ مختلف عناصر سے مرکب ہوتا ہے لیکن ان عناصر میں افراد کی اہمیت و حیثیت امتیازی ہوتی ہے یہ وہ اکائی ہے جو معاشرے کی سمت متعین کرتی ہے، اسی پر معاشرے کی اصلاح اور مثالی ہونے کا انحصار ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر یہ اکائی ہی فساد و تفاد کا شکار ہو جائے تو پھر پورا انسانی معاشرہ ٹوٹ پھوٹ اور شکست و ریخت کے عمل سے دوچار ہو جاتا ہے[26]۔

اس لئے معاشرے کی اصلاح کا درست طریقہ یہی ہے کہ اصلاح کا عمل فرد سے شروع کیا جائے۔ سابقہ تمام پیغمبروں اور انبیاء کا یہی طریقہ کار رہا اور انحضرت ﷺ نے بھی اپنی پہلی توجہ کا اولین مرکز فرد ہی کو بنایا چونکہ اصلاحِ معاشرہ کے لئے احتساب لازمی عنصر ہے، اس لئے احتساب کا آغاز بھی فرد ہی سے ہوا جو کہ معاشرے کی تعمیر و ترقی کا سنگِ بنیاد ثابت ہوا۔ اچھے اور برے عمل کے فیصلہ کے بارے میں آپ ﷺ نے حضرت نواسؓ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''البِرّ حسن الخلق والإثم ماحاك في صدرك وكرهت أن يطّلع عليه الناس''[27]

"نیکی حسن اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو یہ ناپسند کرے کہ لوگوں کو اس کا علم ہو جائے گا"

گویا آلہ احتساب ہر شخص کے پاس موجود ہے اگر وہ دنیاوی و اخروی احتساب سے بچنا چاہتا ہے تو اسے اپنے اعمال کا خود احتساب کرنا چاہئے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ"[28]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چاہیے کہ ہر شخص دیکھ لے کہ اس نے آگے آئندہ (قیامت) کے لئے کیا بھیجا ہے؟ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو"

یعنی قبل اس کے کہ تمہارا روز قیامت محاسبہ کیا جائے تم اپنے آپ کا خود احتساب کرو[29]۔ اور سیدنا عمر فاروقؓ کا قول ہے:

"حاسبوا أنفسكم قبل أن تحاسبوا"[30]

" (حساب کتاب سے پہلے ہی اپنا محاسبہ خود کرو"

ایک معاشرہ تب ہی مثالی کہلا سکتا ہے جس میں قانون توڑنے کی جسارت اور نتائج سے بچنا ممکن نہ ہو اور اگر یہ توازن کسی بھی وجہ سے قائم نہ رہے تو پورا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا۔ یہی نظام عدل کی اساس ہے جس سے روگردانی ممکن ہی نہیں۔ عدل و انصاف کو اپنانا، جرم ثابت ہونے کے بعد مجرم سے رعایت نہ کرنا اور ہر قیمت پر بے لاگ احتساب کے آفاقی عمل کو جاری و ساری رکھنا یقیناً معاشرے کے لئے زندگی اور موت کا فرق ڈال دیتا ہے۔

چونکہ احتساب قانونِ فطرت ہے اور جو معاشرے خود احتسابی کے عمل سے نہیں گزرتے ان کا احتساب فطرت خود کرتی ہے:

"فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ"[31]

"اللہ تعالیٰ کے قانون مجازات نے ان کی بڑی بڑی عمارتوں کی بیخ بنیاد اکھاڑ پھینکی اور چھت ان کے اوپر آگری اور یہ عذاب ان پر اس جہت سے آیا جدھر سے آنے کا ان کو وہم و گمان تک نہ تھا"

اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظامِ تکوین کے تحت کرۂ ارض پر فساد کا پھیلنا، زمین پر بسنے والی مخلوق کا جبر و تشدد اور ظلم و ستم کا شکار ہونا یہ سب انسان کی پیدا کردہ برائیوں، سیاہ کاریوں اور کوتاہوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس قاعدے کی رُو سے جب کبھی انسان اپنے فرائض سے روگردانی کرتا ہے، اپنے خالق و مالک کی عائد کردہ ذمہ داریوں سے اعراض کرتا ہے اور دوسروں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی برتتا ہے، تو پھر تباہی کے ایک لامتناہی سلسلے کا آغاز ہو جاتا ہے، جس سے یہ خرابیاں آہستہ آہستہ ایسے مقام تک پہنچ جاتی ہیں جہاں واپسی کا راستہ مسدود ہو تا ہے۔

اس کے برعکس اگر انسان اپنی زندگی گزارنے کے عمل کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں جاری رکھے، فرائض و حقوق کی پابندی اور نواہی و منکرات سے اجتناب کرے اور وقتاً فوقتاً اپنا محاسبہ کرتا رہے تو دنیا کے نظام کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا اور زمین بھی فساد و تضاد کے عمل سے محفوظ رہتی ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ''[32]

''بحر و بر میں فساد ظاہر ہو گیا۔ لوگوں کی ہاتھ کی کمائی (اعمال بد) کے باعث تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھادے۔ ممکن ہے لوگ (راہ راست پر) واپس لوٹ آئیں''

علامہ آلوسی (م ۱۲۷۰ھ) اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: "یہ فساد اس لئے پھیلا، یہ طوفان فقط اس لئے بپا ہوا کہ اللہ اس کے ذریعے مخلوق کو ان کی بد اعمالیوں کا مزہ چکھانا چاہتا ہے تاکہ جن کی قسمت میں ہدایت ہو وہ غلط راستے سے لوٹ کر راہ راست اور صراط مستقیم پر واپس آجائیں[33]۔

ایک فلاحی ریاست کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ معاشرے کے اندر پائے جانے والے تنازعات اور اختلافات کو مٹا کر مفاہمت اور صلح جوئی کو فروغ دے۔ بنی نوع انسان کے عظیم معلم وہادی برحق ﷺ نے معاشرتی ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لئے دادرسی، دیانت داری، عفو و درگزر، میانہ روی، معافی، مساوات، رحم اور شفقت اور باہمی مشاورت وغیرہ کی تعلیم دی۔ کسی جان کا ناحق خون، بدکاری، فحاشی، مکر و فریب، دھوکہ دہی، طمع اور فساد فی الارض جیسے دوسرے منکرات سے بچنے پر زور دیا۔

امر بالمعروف و نہی المنکر کا اصلاحِ معاشرہ میں کردار:

احتساب اسلامی معاشرے کے ہر پہلو پر محیط ہے، جس کی اساس امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے جو کہ امت مسلمہ کا اجتماعی فریضہ ہے۔ مصلحین و علماء یہ فریضہ دعوت و اصلاح کے پیرائے میں انجام دیتے ہیں۔ جب حکومت یہی فریضہ انجام دیتی ہے تو احتساب کہلاتا ہے۔ احتساب ہی کے ذریعہ معاشرے کو مقررہ اخلاقی، دینی اور قانونی حالت پر برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ پورے دین اسلام کی روح امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں سمیٹ دی گئی ہے۔ ہماری پوری زندگی خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی معروف کے مطابق ڈھلتے رہنا چاہئے اور اس میں خیر کا پہلو نمایاں ہونا چاہئے۔

موجودہ دور میں فرقہ ورانہ، لسانی، نسلی اور علاقائی تعصبات مسلسل فساد و بگاڑ اور بدامنی کا باعث بنتے جارہے ہیں، جن کی اصلاح اور سدباب ایک ہمہ گیر احتساب ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ لہٰذا امر بالمعروف و نہی عن المنکر (احتساب) کی صحیح ادائیگی ہی کے باعث اسلامی اور انسانی معاشروں کی اصلاح عمل میں آسکتی ہے، اور تب ہی دنیا میں دیرپا امن کا قیام ممکن ہو سکے گا[34]۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] ابن الاثیر (م ۶۰۶ھ) مجد الدین ابو السعادات، المبارک ابن محمد بن محمد الجزری، النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر، المطبعۃ العثمانیہ مصر ۱۳۱۱ھ، مادہ "حسب" ۱/۳۸، ابن منظور، جمال الدین ابن الفضل (م ۷۱۱ھ) لسان العرب، بیروت، دار الاحیاء، ۱۹۸۸ء، مادہ "حسب" ۱/۳۵۔

[2] ایضاً۔

[3] الفیروزآبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، بیروت، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۱۳ھ، مادہ "حسب" ۱/۱۸۳۔

[4] الماوردی (م ۴۵۰ھ) ابو الحسن علی بن محمد البصری البغدادی، الاحکام السلطانیہ فی الولایات الدینیۃ، مصر، ت ن، ص ۲۳۱، الفراء (م ۴۵۸ھ) قاضی ابو یعلی محمد بن الحسین، الاحکام السلطانیۃ، مکہ مکرمہ، ۱۳۵۷ھ المطبعۃ الفریدۃ، ص ۶۸۔

[5] ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) عبد الرحمن بن محمد، العبر و دیوان المتبدا والخبر (مقدمہ ابن خلدون)، قاہرہ ۱۸۷۹ء، ج ۱، ص ۱۸۸۔

[6] محمد المبارک، (م ۱۴۰۲ھ) الدولۃ ونظام الحسبۃ عند ابن تیمیۃ، دمشق ۱۹۹۰ء، ص ۲۴۳۔

[7] چوہدری، ایم اقبال، سوشیالوجی، ص ۳۹، نور سنز، لاہور، ۱۹۶۶ء۔

[8] ایضاً۔

[9] بلیلانوی، عبد الحفیظ، مصباح اللغات، ایڈوانس ڈکشنری فار کرنٹ انگلش اے۔ ایس، ہاون بائی، ص ۷۶۔

[10] آزاد (م ۱۹۵۸ء) ابو الکلام، رسولِ رحمت، شیخ غلام اینڈ سنز لاہور، ت ن، ص ۶۹۹۔

[11] طوسی، نظام الملک، سیاست نامہ، ترجمہ، محمد منور، مجلس ترقی ادب، ۲ نرسنگھ داس گارڈن کلب روڈ، ت ن، لاہور، ص ۵۰۔

[12] ایضاً۔

[13] ایضاً۔

[14] صحیح مسلم، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، رقم الحدیث: ۲۱۵۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، د ت۔

[15] صحیح مسلم، باب بیان انہ یستحب لمن رُئی خالیاً، رقم الحدیث: ۲۱۷۵۔

[16] ایضاً، باب نصر الاخ ظالماًاو مظلوماً، رقم الحدیث: ۲۱۸۴۔

[17] صحیح البخاری، باب تکون فتنۃ القاعد فیہا خیر من القاعد، رقم الحدیث: ۷۰۸۱، دار طوق النجاۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ط ا۔

[18] صحیح مسلم، باب لا تقوم الساعۃ حتی یمر الرجل، رقم الحدیث: ۲۹۰۸۔

[19] البخاری، الأدب المفرد، باب شکایۃ الجار، رقم الحدیث: ۱۲۵، دار البشائر الاسلامیۃ، ۱۹۸۹ء، د ط۔

[20] ابن عساکر، تاریخ دمشق، ۴۱/۱۴۸، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۵ء۔

[21] صحیح مسلم، باب صلۃ الرحم و تحریم قطعیتہا، رقم الحدیث: ۲۵۵۶۔

[22] صحیح مسلم، باب بیان غلظ تحریم النمیمہ، رقم الحدیث: ۱۰۵۔

[23] عبد الرحمن بن ابی بکر، الکنز الاکبر فی الامر بالمعروف و نہی عن المنکر، ج ۲، ص ۲۰۶، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۶ء۔

[24] ایضاً، ص ۲۰۸۔

[25] سنن ابن ماجہ، باب من بنی فی حقہ مایضرہ، رقم الحدیث: ۲۳۴۰، دار احیاء الکتب العربیۃ، ت ن۔

[26] عزیز الرحمن سید، تعمیر شخصیت فلاح انسانیت، زارا اکیڈیمی پبلیکیشن کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۴۱-۵۱۔

[27] سنن الترمذی، باب ماجاء فی البر والاثم، رقم الحدیث: ۲۳۸۹، مطبعۃ مصطفی البابی، ۱۹۷۵ء، د ط۔

[28] سورۃ الحشر، آیت نمبر: ۱۸۔

[29] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج ۴، ص ۳۴۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۳ھ، ط ا۔

[30] السیوطی، الدر المنثور، ج ۸، ص ۲۷۱، دار الفکر، بیروت، د ط ت۔

[31] سورۃ النحل، آیت نمبر: ۲۶۔

[32] سورۃ الروم، آیت نمبر: ۴۱۔

[33] آلوسی (م ۱۲۷۰ھ) شہاب الدین محمود، روح المعانی، دار الاحیاء التراث العربی، بیروت، طبع رابعہ، ۱۹۸۵ء، ج ۱۲، ص ۸۴؛ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) عماد الدین اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، قاہرہ، المکتبہ التجاریۃ، ۱۹۳۸ء، ج ۳، ص ۴۳۵۔

[34] ندوی، شہاب الدین، اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں، ص، ۴۹۷، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۸۸ء، د ط۔